القول الفصیح

فی

اثبات حقیقت المثیل المسیح

جسے

شاگرد خاص عبد الکریم نے تالیف کیا اور مرید مخلص
غلام قادر فصیح نے بغرض استرضائے حضرت
اقدس مسیح الزمان چھاپ کر مفت تقسیم کیا

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ الامین

دفعہ ۱۔ الٰہی تیرے فضل و کرم کا شکر ہم سے کیا ہو سکے کہ تو نے ہماری ہماری دستگیری کی۔ تو نے
اس قدیم وعدہ کو جو تو نبیوں کی زبانی کرتا چلا آیا ہے پورا کیا۔ الٰہی تیرا نام رحمٰن و رحیم ہے۔ تو اپنے
ضعیف اور بیمار بندوں کی امراض اور ناتوانیوں سے خوب واقف ہے۔ تو خوب جانتا ہے کہ یہ
کس طرح زبان اپنے مافی الضمیر کے اظہار سے بھی عاجز ہیں۔ یہہ اندر ہی اندر کھا جانے والی گھن
کی طرح سینے میں گھر کی ہوئی بیماریوں پر مطلع بھی نہیں ہیں۔ انہیں تپ دق نے دبایا ہوا ہے۔ گرم
لوہے کی طرح ان کا بدن ان کی ساری ہڈیاں پھونک رہی ہیں۔ پر یہہ ظالم و جاہل عین شباب کی
حرارت اُسے یقین کر کے خوشیاں مناتے ہیں۔ ایسے وقت میں تو نے سنت کے موافق۔ اسی لا تبدیل
ولا تحویل قاعدہ کے مطابق ایک روحانی طبیب بھیجا۔ وہ آیا ہے۔ اور انوکھی طرح نہیں آیا۔ وہ
اسی طرح پر آیا جس طرح رب العالمین مولا! تیری غیر متغیر عادت جاری ہے بیشک وہ آسمان سے
اترا ہے۔ وہ حقیقۃً علویات سے ہے۔ مگر وہ ایک ماں باپ کا بیٹا ہے۔ اس نے اسی عہد زمین،

میں پرورش پائی ہے۔ اس کا یہیں نشو نما ہوا ہے۔ وقت پر تیرے فضل نے اُسے برگزیدہ کیا۔ آسمانی انوار و برکات سے معمور کیا۔ زمینیوں سے اسے بکلی الگ کر لیا۔ اُسے تو نے رفعت دی۔ اپنی طرف اُٹھا لیا۔ وہ اسی زمین پر چلتا ہے۔ مگر ظاہری محدود نگاہوں کے نزدیک حقیقت میں وہ معمورۂ عالم سے باہر آسمانوں پر مقیم ہے۔ وہ زمینیوں کی آنکھ میں چارپائی پر بستر بچھائے سوتا ہے۔ مگر اس کی پاک روح پورے اٹھارہ سال کا دورہ آسمان پر کر آئی ہے۔ الٰہی! تو اپنے عاجز بندوں کو فتنوں اور امتحانوں میں پڑنے سے بچا۔ اُنکو شکوک و اوہام کی مہلک مرض سے نجات بخش۔ ان کو اسے رحمٰن مولا! سمجھا دے کہ وہ واقعی بیمار ہیں۔ اور سخت خطرناک حالت میں مبتلا ہیں۔ وہ اس کے پاس اس طرح دوڑے آویں۔ جس طرح بھیڑیں کھویا ہوا بچہ بڑی سرگردانی کے بعد اپنے مہربان باپ کو پاتا اور بلبلا کر اس کی طرف لپکتا اور بڑے جوش سے اُسے لپٹ ہی جاتا ہے۔ وہ اس کی خیر خواہی میں کیوں شک لاتے ہیں۔ انہیں کس شے نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ کیا وہ حضرت مسیح کی سی صفات نہیں رکھتا۔ کیا وہ اس خاکسار انسان کی طرح زندگی بسر نہیں کرتا۔ جسے سنگدل یہودیوں نے رد کر دیا؟ ہاں ہاں! کیا وہ بے ایمان قسی القلب فریسی طبع آدمیوں کو جو ایمان کی زندگی سے محروم اپنے جسم کی قبروں میں مدفون ہیں بلاتا نہیں ہے۔ کہ آؤ میرے پاس آؤ میں تمہیں زندہ کرونگا میں تمہیں قبروں سے نکالوں گا۔ تمہاری روح کو جو کوڑھ لگ گیا ہے۔ اور جس نے تمہارے اخلاق و عادات کو سخت گھنونا۔ نہایت متعفن۔ بنا رکھا ہے۔ قومیں تم سے نفرت کرتی ہیں۔ بندر اور سوئروں کی طرح قابل پرہیز سمجھے گئے ہو۔ آؤ میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں شفا دونگا تمہارے اخلاق محمدی ہو جائینگے۔ جنکی مہک سے سارا جہان معطر ہو جائیگا۔ اسی طرح جس طرح قرن اول میں قوموں کو اس پاک و برگزیدہ جماعت کے اعلیٰ چال چلن کے خوبصورت نمونہ نے اپنی طرف کھینچا تھا۔ اے میری

قوم تم مٹی کے کھلونے ہو۔ تم بے حس و حرکت ہو۔ تم میں روحانی زندگی کے کوئی آثار نہیں۔ تم میں نہ
تو شنوائی کی قوت ہے نہ بینائی کی۔ میں تم میں عرفان کی روح پھونک کر ایسا پرندہ بنادونگا۔ کہ یہ ثقل جس
نے تمکو زمین پر جکڑ رکھا ہے جس نے تمہاری روح سے اللہ کی طرف سے پرواز کرنے کی طاقت بالکل سلب
کر رکھی ہے قطعاً ہلکا ہو جائیگا نیست و نابود ہو جائیگا۔ تم ملکوت کی سیر کرنے لگ جاؤ گے۔ آسمان کے
خزانے تم پر کھل جائینگے۔ کیا وہ اسوقت ڈنکے کی چوٹ سے پکار کر نہیں کہتا؟ اے دغاباز مولویو! تم جو
کلوا من الطیبات وا عملوا صالحا (ستھری اور حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو) پڑھکر بڑی فصیح
و بلیغ و غلطین کہتے ہو حلت و حرمت کے احکام پر بڑے لنبے چوڑے فتوے دیتے ہو۔ ربا سود وغیرہ
بیع و شرا کے معاملات پر درقوں کے ورق سیاہ کرتے ہو! میں خوب جانتا ہوں۔ عالم الغیب خدا
نے مجھے بتا دیا ہے۔ کہ تم جو کچھ کہتے ہو۔ وہ خود نہیں کرتے۔ تم نے اپنے گھروں میں ناجائز اموال
کے ذخیرے اکٹھے کر رکھے ہیں۔ تمہارا گوشت پوست سراسر مال حرام سے پرورش پاتا ہے۔ تم میں
اُن فریسیوں کی طرح جو ظاہری صفائی پر مٹتے تھے اور جو برتنوں کو باہر سے خوب مانجتے تھے
ریاکاری کی بُری عادتوں نے گھر کر لیا ہے +

الٰہی جن دل کے غریب خاکساروں پر تو نے اپنا فضل و کرم کیا ہے جن کے سینہ سے تو نے
غل و حقد۔ نخوت و رعونت کا مادہ نکال پھینکا ہے وہ دل سے مان گئے ہیں کہ تیری صفت ربوبیت کبھی
بیکار نہیں رہتی جس طرح تو نے عالم جسمانی کی تربیت کے لیئے اجرام علوی و سفلی کو کام پر لگا رکھا ہو
سورج چاند۔ سیارے وغیرہ تمام قوائے طبعی کو اس کارخانہ عالم کے بقا کے نظام کیلیئے اب تک
مزدور بنا رکھا ہے (الٰہی اسی اصول پر تیری وہی صفت ربوبیت کیونکر گوارا کر سکتی ہے کہ نظام روحانی

کو ایک الگ زمین اور الگ آسمان ہے شمس و قمر۔ اور نجوم سے زینت نہ بخشے؟ الٰہی تیرا شکر ہے کہ اس بڑے گھپ اندھیری رات میں جن میں قزاقوں کی بن آئی تھی۔ ہر قسم کے فاسقوں کو آزادی ملی ہوئی تھی تو نے اپنے فضل سے ایک قمر منیر بھیج دیا تو کہ کاروان سلامتی سے راہیں طے کر جائے اے مہربان مولا! یہ سب کچھ تیرے حکم سے ہوا اور اسی طرح سے ہوا جس طرح ہمیشہ سے ہوتا چلا آتا ہے۔ اب تو ہماری قوم کو شناخت کی قوت عطا کر۔ یا ارحم الراحمین ان کی آنکھیں کھولدے۔ انہیں کیوں اچنبا ہو رہا ہے؟ کہ ان میں سے انکے بھائیوں سے انہیں کی مانند ایک انسان اٹھا ہے۔ کیا انہوں نے تیرے فضل کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ کیا وہ تیری رحمت کے تقسیم کرنے والے ہیں جسے چاہیں دیں۔ اور جس سے چاہیں روک لیں۔ کیوں انکے بڑے بڑے مولوی جنہیں علوم رسمیہ کی تحصیل کی ڈگری پر بڑا ناز ہے۔ اس یونانی منطق، فلسفہ۔ یونانی علم کلام جسکی بنا سراسر ریت پر ہے۔ کیوں وہ پھولے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ان کتابوں پر ان رسمی کتابوں پر علم و حکمت کا اطلاق کر رکھا ہے۔ وہ تیرے پاک کلام کی اس آیت کی تفسیر میں ومن یوت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا حکمت سے مراد یہی جھوٹے مخدوش توہمات و مغالطات سے بھرے ہوئے رسمی علوم لیتے ہیں۔ وہ تیرے اس برگزیدہ بندے کے نزدیک اس لئے نہیں آتے کہ انکے نزدیک وہ مولوی فاضل اور منشی فاضل نہیں ہے۔ اس نے صدرا۔ بدرا۔ حمد اللہ۔ مبارک۔ چغمینی۔ متنبی۔ حماسہ کی درس و تدریس میں ناموری پیدا نہیں کی۔ اس نے اپنے رسالوں کی اشاعت میں کمال پیدا نہیں کیا۔ جن میں سوائے بیہودہ مباحثوں سے بھرے پڑیا۔ تقریروں۔ خشک لفظی ترجموں کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یہ خشک مولوی عالم اسے کہتے ہیں۔ کہ جس نے عمر عزیز کے متعدد گرامی سال رفع یدین اور آمین بالجہر کے بے سود مباحثوں میں بسر کر دئے ہوں۔

جس نے سنگدلی اور قساوت۔ تفرقہ اور شقاق۔ زور دنفاق پھیلانے والی تحریروں کو اشاعتِ سنت کے پیرایہ میں اشتہار دیکر سادہ مزاج قوم کو گردیدہ کر رکھا ہو۔ مہربان خداوندا! انہیں تو ہی سمجھا کہ کس طرح تو اُمیوں کو عالموں کا استاد بنا یا کرتا ہے۔ یہودی اور عیسائی اہلِ کتاب ہونے کے دعوے سے۔ علم و فضل کے گھمنڈ سے خانہ بدوش آل عدنان۔ تیما کے صحراؤں میں آوارہ پھرنے والی جاہل ناخواندہ قوم کو کس حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ الٰہی فیوض کے وارث بنے اور اُس کے فضل کے خزانوں کے خزانچی بنے ہوئے تھے۔ انکے نزدیک کوئی عالم اور حکیم کہلا نہیں سکتا تھا جب تک ان کی منظر کی ہوئی شامی یونیورسٹی سے اُسے سند نہ ملی ہو۔ تو نے ایخداوند خدا اُنکا غرور توڑا۔ تو نے اُن کے علموں کو خاک میں ملایا۔ تو نے دکھا دیا کہ حقیقی علوم اور حکمت اور ہی شے ہے۔ اور وہ صرف اُنہیں کو ملتی ہے جن پر تیرا فضل ہوتا ہے۔ تو نے نبی امی کو عالم میں نمونہ کے طور پر کھڑا کیا۔ اور اسکی نسبت مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ۔ اور وَمَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ۔ ایک جہانکو سنا کر دکھادیا کہ جنکو تو اپنے پاس سے علم سکھاتا ہے۔ وہ دنیا کے تمام علموں پر فتحیاب ہوتے ہیں مجیب الداعین! مولا! ہماری قوم کب تک تنزل میں رہیگی! کب تک آئندہ کی سرسبز امید اُنکو گود میں پالا کرے گی۔ انکا حال اس غضب کے نیچے آئی ہوئی قوم کا سا نہ ہو جنہیں کلیم اللہ نے بشارت دی کہ اس کا ایک مثیل دنیا میں آئے گا۔ اس کے فلان فلان نشان ہونگے۔ وہ زبردست مثیل اُنہیں پستی سے نکال کر عروج پر پہنچائیگا۔ وہ ان کا موعود ملک ظالموں کے پنجوں سے چھڑا کر ان کے حوالے کریگا۔ اس مثیل نے ربانی امت وامی صلی اللہ علیہ وسلم) انکو تیری طرف سے سنا دیا عَسٰى رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُمْ وَإِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ

لِلْکٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا (اے یہودیو! تم پر تمہاری سرکشی سے کیسے سخت عذاب نازل ہوئے ہیں۔ بت پرست رومیوں کی غلامی میں تم رہے۔ تمہاری مقدس ہیکل ڈھائی گئی۔ اس میں ناپاک جانوروں کی قربانی کی گئی۔ غرض انواع واقسام کی آفتیں تم پر پڑیں۔ اب بھی اگر تم باز آجاؤ۔ اور اس نبی پر ایمان لاؤ۔ تمہارا رب تم پر فضل کرنے کو تیار ہے۔ کیونکہ یہ وہی مبشر رسول ہے جس کی موسیٰ نے تمہیں خبر دی تھی۔ اگر تم اسکی پیروی کروگے۔ ہم تمہیں اس وعدہ کی زمین کا وارث بنائیں گے اور تمام ذلت اور فضیحت کے جوئے تمہاری گردنوں سے اُتر جائیں گے اگر تم نے اب بھی نہ مانا تو پھر تمہارے لئے سزا تیار ہے)

افسوس اس بدنصیب قوم نے اس کو نہ جانا۔ وہ اس سے پہلے اس خاکسار، حلیم انسان کو بھی رد کر چکے تھے۔ بلکہ اپنے گمان میں اسے مار ہی چکے تھے۔ اب یہ مغضوب قوم تیرے قہر کے نیچے آئی ہوئی ہے۔ جہاں جہاں ہیں انپر ظلم وستم ہو رہے ہیں۔ آجکل روس میں ہر طرح کی تعدیوں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ مگر وہ برابر انتظار میں ہیں کہ کب آسمان سے چیل کی طرح منڈلاتا پر ڈھیلے چھوڑکر اترتا ہوا مسیحا اُنہیں دکھائی دیتا ہے اور ظالموں سے ان کا انتقام لیتا ہے۔ وہ دو ہزار برس سے برابر راہ تکتے ہیں۔ اُن کی آنکھیں چٹی ہوگئی ہیں۔ آنے والے آگئے پر اُنہوں نے نہ ماننا تھا نہ مانا یہ اس لئے ہوا کہ اُنہوں نے اپنے غلط ذہنوں سے بشارات کے معانی کے فہم میں کجیاں کیں۔ اُنہوں نے بشارات کے ظاہر الفاظ پر اصرار کیا استعارات اور دقایق سے روگردانی کی۔ اور جن برگزیدوں نے ان بشارات کے مصداق اور موعود ہونے کا دعوے کیا۔ انہی ظاہری الفاظ کی بنا پر انکو کاذب اور مبطل ٹھہرایا۔ ان سے برسرپرخاش آمادہ ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ذلیل ہوئے اور اس پر ستم ہوا کہ اب تک انتظار کا جانکاہ عذاب اُٹھا رہے ہے اور قیامت تک اُٹھاتے چلے جائینگے*

پس بعینہٖ یہی حال ہماری قوم کا ہے۔ میری پیاری قوم! میرے محبوب میرے سید میرے آقا
محمد احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت! اے عزیز حکیم۔ اے کریم رحیم مولا! انکی آنکھوں پر سے رعونت کی
پٹی کھول کہ وہ سمجھیں کہ جو بشارت کے معنے اُنہوں نے قرار دے رکھے ہیں۔ اور جو تفسیر آیات و
احادیث کی اُنہوں نے اپنے ذہنوں میں ٹھان رکھی ہے وہ صحیح نہیں۔ یہ برخورداری کے لچھن
نہیں جو اُنسے سرزد ہو رہے ہیں تو یہ محرومی و بدنصیبی کی پوری علامت ہے جو انکے حالات سے دکھائی
دے رہی ہے۔ الٰہی تو قادر ہے۔ میری دعا اس لئے ہے مجھے خوف ہے کہ میری قوم ہلاک نہ ہو جائے۔
اُنہوں نے تیرے ولی تیرے محبوب دوست کے برخلاف ہتھیار باندھے ہیں۔ اُنہوں نے اسپر آتشفشن
بان اور لعنت بازی شروع کر دئے ہیں۔ نہیں نہیں! اُنہوں نے تیرے مقابلہ پر صف آرائی کی ہے۔
یہ تو تجھ سے قتال کرنے کو میدان میں آ گئے ہیں۔ سو میں اب کانپ کر بڑے خضوع و خشوع سے عرض کرتا
ہوں کر انکو ہلاک نہ کیجیو! یہ جاہل ہیں۔ یہ بے خبر ہیں۔ حلیم مولا! جلد ان کی خبرگیری کر۔ قریب ہے کہ
یہ غفلت میں ہلاک ہو جائیں۔ آخر میں مجھکو وثوق کامل ہے کہ تو میری اس ناچیز دعا کو رد نہ کریگا۔ اور
اجابت کے آثار بہت جلد ظاہر کریگا۔

دفعہ ۲۔ اس رسالہ میں ابتدائی دو چار ورق توضیح مرام کے اور کچھ اوراق آخری حصہ سے
ازالہ اوہام کے لئے گئے ہیں۔ ان دونوں مکمل رسالوں میں بوضاحت تمام دعویٰ تثلیث مسیح کو
ثابت کیا گیا ہے۔ اور ہر قسم کے ممکن اعتراضات اور محتمل شبہات کی کافی طور پر تردید کی گئی ہے۔ یہ
دونوں رسالے بلکہ اسنے پہلا فتح الاسلام ملاکر تینوں رسالے شائع ہو گئے ہیں۔
بڑے وثوق سے امید کی جاتی تھی اور اس امید کے لئے حقیقۃً پوری گنجائش بھی تھی۔ کہ قوم

اس پیاسے کی طرح جو جلتی ریت پر مارے پیاس کے تڑپ رہا ہو اور اس پاس کہیں پانی کا نام و نشان نہ ہو اور اتنے میں اچانک ایک شخص بڑی محبت بھری سریلی آواز میں اس کے سرہانے آکر پکارے کہ دیکھ میں تیرے لئے برف لگا ہوا کوزہ لایا ہوں۔ اٹھ اپنی پیاس بجھا اور تازہ دم ہوجا وہ پیاسا کیسی شکر گذاری سے بھری ہوئی نگاہ اس نجات دینے والے پر ڈالکر جیتا بی سے اس کی طرف ہاتھ بڑھائیگا ٹھیک اسی طرح توقع تھی کہ قوم اس داعی کی آواز پر بڑی خوشی سے بڑھکر لبیک کہیگی مگر نہیں نتیجہ توقع کے خلاف نکلا۔ سخت مخالفت کی گئی۔ اور بڑے بڑے قوم کے چودا ہے۔ رکھوالے علما کی طرف سے آئندہ کی مخالفت کی دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ ابتدا میں جب حضرت مرشدنا و مولانا مجدد الوقت مسیح الزمان کو صاف صاف، صاف حکم ملا کہ تم مثیل مسیح ہو اور تم مامور ہو کر خلق و خلایق کی صلاح و فلاح کے لئے مبعوث ہوئے ہو تو آپ نے ارادہ کیا کہ چند سطروں میں اس دعویٰ کا اعلان کیا جاوے اور اخبارات میں بلا بینات اور دلائل قائم کرنے کے اس دعویٰ کے متعلق اشتہارات دئے جاویں۔ مگر جلد کھل گیا کہ ناعاقبت اندیش قوم اس دعویٰ کو ایک انوکھا دعویٰ سمجھکر انکار و کفر کے مہلک گڑھے میں منہ کے بل گر جائے گی وہ اس اندھی اونٹنی کی طرح ہونگے۔ جو بیابان میں ادھر ادھر بھٹکتی پھرتی ہے۔ اور کوئی راہ نہیں پاتی۔ بناءً علیہ جبلی رحم نے جو اس برگزیدہ قوم کا خاصہ طبعی ہوتا ہے۔ تقاضا کیا کہ مفصلاً واضح دلائل سے اس دعویٰ کو ثابت کر کے قوم کو دکھایا جاوے توکہ کسی طرح انکار و اصرار کی مجال نہ رہے چنانچہ اس غرض کے پورا کرنے کے لئے تین بڑے بڑے رسالے مرتب ہوگئے۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حیّ عن بینۃ ٭

پرانے وقتوں پر نظر ڈالی جاوے تو عجیب حیرت انگیز واقعات کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے

ایک ہی ملک و قوم کے دو آدمی ایک دوسرے کی ضد اور کچھ بھی مشابہت نہ رکھنے والی کارروائی دکھاتے ہیں۔ ایک (حضرت صدیق) آتا ہے اور اس مخبرِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہتا ہے تو سچا اور بالکل سچا ہے۔ اور مجھے تیری سچائی پر کسی حجت و برہان کی ضرورت نہیں۔ ایسا منہ کبھی جھوٹ بول سکتا ہے؟ دوسرا (ابوجہل) دلائل دیکھتا ہے۔ آیاتِ بینات سنتا ہے اور برابر ایک ہی دُھن میں کاذب مجنون۔ اور کیا کیا بکتا چلا جاتا ہے یعنی دانشمند وں کو ثبوت مانگنے کی کبھی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اُنکے نزدیک اس دعویٰ کرنے والی گذشتہ پاک بے عیب زندگی عرفی معیوب باتوں سے بیرباغ و بری لا یعنی ہر قسم کی دلیلوں اور ثبوتوں سے بے نیاز کرنے والی ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی بڑی پکی ناقابل شکست خطابی دلیل کو خود خداوند عالم بھی ہمارے ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اثباتِ نبوت میں پیش کرتا ہے۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ یعنے میں تم لوگوں میں عمر کا ایک بڑا حصہ چالیس سال کا رہ چکا ہوں تم غور نہیں کرتے۔ کیا اس عرصے میں تم نے میری صداقت میری امانت میرے ہر قسم کے معاملات کی درستی کا امتحان نہیں لیا۔ جب میں گذشتہ لائف میں بے عیب ثابت ہو چکا ہوں۔ اور کبھی بھی میں نے کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولا اور ہمیشہ ہر معاملے میں قومی بھلائی میرے پیش نظر رہی ہے تو کیا اب ہی اتنے بڑے معاملہ میں اللہ پر افترا باندھنا جائز رکھونگا؟

سچ پوچھو تو اس سے اچھی اور پکی اور کوئی فلسفی اور منطقی دلیل ہو نہیں سکتی۔ مگر شقاوت کے خانہ زاد فرزندوں کی نہ سیر ہونے والی اشتہا کسی چیز سے بھی آسودگی نہیں پاتی۔ وہ بکواس سے رکے رہنا اپنی فصاحت اور طلاقت لسانی کے حق میں عار سمجھتے ہیں۔ وہ وار کرنے سے نہیں چوکیں گے۔ خواہ اُنکے وار اوچھے ہی پڑتے جائیں۔ اصل یہ ہے کہ اس انانیت کے مجسم پتلے کو جب بغض وحسد کا شیطان

افسون پڑھکر اپنے قابو میں کرتا ہے۔ اس وقت اس کا دل سوچنے سے۔ اس کی آنکھیں دیکھنے سے اس کا کان سُننے سے رہجاتا ہے۔ نفرت اور ضد اُس میں اور اُس داعی میں ایک سخت حجاب ہوجاتا ہے۔ اس کی لگاتار کوشش یہی رہتی ہے کہ بات ٹل جائے +

ہمارے علما اور مولوی صاحبان پر بھی عجب مشکل بنی ہے۔ وہ اس مثیل کے دعویٰ کو قبول کرنیکو اپنی کسر شان خیال کرتے ہیں۔ اُنہوں نے اس اپنے ہی حامی کے مقابلہ پر خم ٹھوکنا شروع کر دیا ہے۔ بجائے اس کے کہ ہماری قوم فخر کرتی کہ اُن کے دین کی تائید و نصرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک خاص بندہ بھیجا ہے۔ اُنہوں نے اس کی تردید و انکار پر کمریں کسنا شروع کر دی ہیں۔ یہ غل غپاڑہ حق تھا تو نصاریٰ کا تھا جن کے اصول مسلمہ کی سرے سے جڑ ہی اُکھڑ گئی ہے۔ وہ چلائیں۔ تردیدیں کریں ان کا حق ہے +

اِن رسالوں میں دونوں قوموں (اہل اسلام۔ نصاریٰ) کو اُن ہی کے مسلمات سے دلائل دئے گئے ہیں عیسائی قوم کے نزدیک تمسک کے قابل انجیل کے سوا اور کوئی کتاب نہیں۔ اُنہیں انجیل ہی سے دکھایا گیا ہے کہ حضرت مسیح کے دوبارہ آنے سے کس طرح دوبارہ آنا مراد و مقصود ہے۔ اور ان کا یہ خیال کہ بعینہ سیدنا مسیح علیہ السلام وہی صاحب انجیل آسمان سے اُترینگے بدلائل غلط اور اُن کی وفات کو انجیل ہی سے موکد ثابت کیا گیا ہے۔ رہے اہل اسلام اُن کے پاس قرآن کریم اور احادیث نبویہ (علی صاحبہا التحیۃ والثنا۔ حضرت مسیح الزمان (سلمہ اللہ تعالیٰ) نے قرآن کریم سے دکھا دیا ہے کہ فرقان حمید مسیح کی وفات کا قایل ہے۔ اور بتصریح مختلف مواقع میں ذکر بھی کر چکا ہے +

اب رہے احادیث نبویہ (علی صاحبہا التحیۃ والثنا) ان میں اختلاف ہے۔ یہی ایک مقام ہے جسے

محرکتہ الآرا کہہ سکتے ہیں۔ ہمارے علما معترضین بے تاب ہو ہو کر یہی کہتے ہیں کہ فلان حدیث میں یہ آیا
ہے اور فلان میں مسیح ثانی کی یہہ علامات لکھی ہیں +

حضرت مسیح الزمان (سلمہ الرحمان) نے رسالہ ازالۃ الاوہام میں اُن احادیث کی پوری تفسیر دلائل
کشفیہ اور عقلیہ سے فرما دی ہے۔ جن لوگوں کو اللہ نے ذہن سلیم اور طبع مستقیم عطا کی ہے۔ اُنکی تسلی اور
مزید اطمینان کے لئے کافی ذخیرہ ہو چکا ہے پر جنہیں ڈاہ کا روگ لگا ہے۔ اور ہٹ کی کڑواہٹ کا مادہ
اُن میں ہے۔ اُنہیں کسی طرح تسکین نہ ہوئی ہے اور نہ ہوگی وہ جب تک زندہ ہیں بغض کی جلتی ہوئی
آگ اور گندہ مہک میں جھلستے اور گھٹتے رہینگے۔ اور مرنے کے بعد ایمان بالغیب۔ ایمان بالمشاہدہ
ہو جائیگا۔ اور اُسوقت حقایق کما ہی منکشف ہو جائیں گے اور فبصرک الیوم حدید کی وعید آمیز آواز
کان میں پڑے گی۔ اس وقت اُن کو پتہ لگ جائیگا کہ وہ کس قدر ٹوٹے میں رہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ
جنہوں نے نہایت عجز و فروتنی سے اس بلند قدر گرامی منزلت منزل من السماء کے آگے گردنیں رکھ
دی ہیں۔ اُنہوں نے اس صادق، اور مسلم مصدوق کے منہ سے جب سُنا کہ وہ اپنے تئیں اللہ تعالے
کے مکالمہ وحی اور الہام کے شرف سے مشرف کہتا ہے۔ آمنا کہا اور پکار اُٹھے۔ اور منقذت وجد سے
پکار اُٹھے۔ کل من عند ربنا۔ کیونکہ وہ سالہائے دراز سے متواتر سُنتے دیکھتے چلے آئے تھے۔ کہ یہ
شخص کیسا راست باز ہے۔ اُنہوں نے تجربہ کر لیا تھا کہ اس کی ساری عمر دینی خدمات میں بسر ہوئی ہے
اُس نے اسلام کی صداقت کے اثبات کے مقابلہ میں بڑے بڑے اعدائے ملت آریہ۔ برہمو۔
عیسائی۔ کو کیسا پامال کیا ہے۔ اس کے انفاس عیسوی کی بو جہاں جہاں پہنچی ہے۔ وہاں وہاں تک
مذہب حق کے دشمن مر گئے ہیں۔ اُس مجدد نے ایک عظیم ضخیم کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام نامی

البراہین الاحمدیہ فی اثبات حقیقت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ ہے۔ اُن نیک دل سعیدوں نے اس مبارک نام کو سنکر ہی بالبداہت سمجھ لیا کہ ایسا شخص جو قرآن کے کتاب اللہ ہونے کی حقیت اور ہادی کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی صداقت کے ثابت کرنے کو اپنا فرض اپنی زندگی کا اعلیٰ فرض جانتا ہے۔ اور جس نے تین سو قاطعہ دلائل اور ساطعہ حجج سے عملی طور پر ان نیرین باہرین کی روشنی کا انکار کرنے والوں کو قایل اور ساکت بھی کر دیا ہے۔ ایسا شخص حقیقت میں سچا تابع سچا وارث نبوت کا ہے اور ایسے کی جناب کی طرف کذب و زور۔ افترا و اختلاق کی نسبت کفر صریح اور ضلال مبین ہے +

تجربہ نے بتا دیا ہے کہ دل کے بیمار کسی دلیل اور کسی برہان سے شفایاب نہ ہوئے ہیں۔ نہ ہونگے بلکہ ثابت ہو چکا ہے کہ دلائل و براہین سے انکا مرض اور بھی راسخ اور لاعلاج ہو جاتا ہے۔ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ادھر جس قدر مدعی اپنے دعویٰ کو بینات سے زینت دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی قدر منکرین کے انکار و نفار میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ مگر اس شقی گروہ کے مقابل ایک سعید قوم بھی ہے۔ جن کے دلوں کو حق کی تلاش کی گدگدی سی لگی رہتی ہے۔ بالقوہ اُن میں سب طاقتیں اور مناسبتیں مرکوز ہوتی ہیں۔ روحانی معارف و حقائق انکی دیدۂ بصیرت کے یوں پیش ہوتے ہیں۔ جیسے دھندلی اور ٹھیک گھٹنے پر آئے ہوئے چراغ کی روشنی میں نہایت ہی باریک اور شکستہ لکھا ہوا خط جسے مشتاق پڑھنے والا بڑی بے صبری کے ساتھ پڑھتا ہے۔ آنکھیں پھاڑتا ہے۔ گھور گھور کر دیکھتا ہے۔ پھر کچھ تو تعارف سابق کی باہمی مسلمات کو مدد میں بلاتا ہے۔ کچھ قرینہ و قیاس سے کام لیتا ہے۔ مگر پورا وثوق اُسے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس عالم میں ایسے لوگ ہیں۔ کہ مادہ اُن میں بالکل تیار رہتا ہے۔ صرف تھوڑے سے محرک کی

ہوتی ہے۔ وہ ہوئی اور یہ جھٹ بھڑک اُٹھے۔ وہ معاً حقیقۃ الشی تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اصل مطلب کا مٹا مٹا اور موہوم سا کھوج انہیں مل چکا ہوتا ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کے قوت فیصلہ کی کمزوری اور خارجی مؤید کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ غیر مذبذب ایک طرف رائے قرار نہیں دے سکتے۔ فطرت انسانی کا خاصہ ہے کہ بنی نوع کی تائید و تقویت کے بغیر کسی کام کے فعل اور کسی کلام کے اظہار پر کسی انسان کو جرات نہیں ہوتی۔ اس کو کیا کیا سرگردانیاں سندوں اور مویدات کی جستجو میں اٹھانا پڑتی ہیں۔ ان ہی خیال نے میرے دل میں جوش پیدا کیا کہ میں حضرت مرشدنا و مولانا کے مذکورۃ الصدر رسالوں سے کچھ حصہ انتخاب کر کے مشتہر کر دوں +

سلیم الطبع منتظر مشتاقوں کو پہلے حصہ سے اتنا پتہ لگ جائیگا کہ دعویٰ کیا گیا ہے اور اسپر داعی کے پاس کیا برہان ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں آنے سے کس طرح کا آنا مراد ہے؟ اس حصہ کو پڑھکر ایمان نے تحریک کی اور شوق سے پورا ساتھ دیا تو وہ پورے رسالوں کو جو مدلل اور مبرہن ہیں بلا تکلف دیکھ سکیں گے۔ آخری حصہ "ہمارا مذہب" اور نظم کے انتخاب میں جو حکمت ہے۔ وہ عیاں ہے کہ قوم سوءِ ظن سے بچ جاوے۔ تکفیر و تفسیق کی زبانکو روکے رکھے۔ کہ ایسا بزرگ شخص جو اتباع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ کرتا ہے اور ان کے خلاف کوئی فاش ضلالت اور جہنم کی راہ کہتا ہے۔ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خود ہی عمداً انکا خلاف کرے اور دوسروں کو اس پر چلنے کی ترغیب دے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر افترا باندھے یا یہ کہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے اور کچھ بھی اس کی طرف وحی نہ کیا گیا ہو۔ یا یہ کہے کہ میں ویسا ہی کلام اوتار کر دکھاؤنگا

جیسا اللہ نے اُتارا ہے۔ اللہ اللہ! اس کپکپا دینے والے زجر اس ہلاکت ہی کر کر رہنیوالے وعید پر
دل سے ایمان رکھنے والا نہ صرف ایمان رکھنے والا بلکہ اپنی دراز بے عیب عملی زندگی سے اپنے مستحکم
ایمان کو ثابت کرنے والا اتنی بڑی جرأت کر سکتا ہے؟ یا درکھو اللہ پر دلیری کرنے والا۔ اس کی روح پاک
کے حق میں شوخی اور گستاخی کرنے والا کاٹ ڈالا جائیگا وہ مسل ڈالا جاویگا۔ اس کا نام ونشان صفحۂ
ہستی سے مٹ جائیگا۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ. ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ
اگر یہ شخص ہماری نسبت من گھڑت باتیں بنا نا ہم اور رہتے اُسکا ہاتھ پکڑتے اور اس کی رگ زندگی کو کاٹ
ڈالتے) میں نے محض خیر خواہی اور نیک نیتی سے (والدین النصح) ارادہ کیا کہ تھوڑا تھوڑا کرکے اپنی طرف
سے لکھکر ان حصص کو شایع کروں۔ اس لئے کہ ان میرے دینی بھائیوں کو جنہیں روحانی طور پر میرے
قلب حق پژوہ سے مناسبت ہوگی۔ اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے مومنین کے ساتھ حسن ظنی کی توفیق دی
ہوگی۔ اس سے فائدہ پہنچے۔ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ. میرے اس ارادہ کو میرے مخلص دوست منشی غلام قادر فصیح مالک پنجاب پریس
سیالکوٹ نے اور بھی تقویت دی۔ جب اُنہوں نے بڑی سعادت مندی اور اشتیاق کے لہجے میں کہا کہ وہ
اس رسالہ کو چھاپ کر مفت تقسیم کرنیکا خرچ اپنے ذمہ لیں گے۔ اللہ تعالےٰ اُنہیں جزاء خیر دے اور اس
حسن خدمت کے سلسلہ میں انہیں اپنے مخلصین مومنین بندوں میں شامل کرے اور سدا اپنی مرضیات
پر قائم رکھے۔ واللہ ولی التوفیق +

دفعہ ۳۔ اس مجدد نے کونسا انوکھا دعویٰ کیا ہے؟ کیا یہ کوئی نئی بولی بولا ہے؟ یہ ایک سوال
ہے جس کا جواب اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو تو ہر قسم کے شکوک وشبہات کی کافی تشفی کرنے کی صلاحیت

رکھتا ہے۔ انبیا علیہم السلام کے اس سلسلہ پر نظر ڈالنے سے اس حیران کرنے والی بات کا یکساں ثبوت ملتا ہے کہ ہمیشہ اس قوم کی تردید کی گئی۔ انکو قتل کیا گیا۔ شہر بدر کیا گیا تعجب تو اس بات کا ہے۔ کہ کبھی بھی تو کوئی اس کلیہ قاعدہ سے مستثنیٰ رہا ہو۔ ایک طرف کسی نے دعویٰ کیا۔ دوسری طرف سے لگی بوچھاڑ پڑنے اعتراضوں کی اور ٹولیاں بندھنی شروع ہوئیں مخالفت میں وہ کہتے کیا تھے؟ یہی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ وہ پکار پکار کہتے کہ کوئی چندہ تم سے ہم نہیں مانگتے۔ کوئی جاہ و منصب ہم نہیں چاہتے۔ پس تمہیں آنیوالے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ تمہارے دلی اور صادق خیر خواہ ہیں بس یہی انکا جرم تھا۔ اور پھر اسپر کیا کچھ ان سے برتاؤ ہوتے۔ یہی ورانت بلا کم و کاست ان کے حقیقی وارثوں کو بھی ملتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ ایک فریق کو انبیا کہتے ہیں۔ دوسرے فریق کو اولیا کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ پہلا فریق متبوع ہوتا ہے۔ اور دوسرا تابع۔ اب پھر ہم اصل سوال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کہ اس ہمارے عصر کے مجدد مسیح نے کیا دعویٰ کیا ہے۔ کیا خاتم الانبیاء (علیہ التحیۃ والثنا)، کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ کوئی اور نئی کتاب قرآن کریم کے سوا لانے کا وعدہ یا دعویٰ کیا ہے؟ اس کے جواب میں تو خود انہی کا شعر کافی ہے۔

من نیستم رسول نیاوردہ ام کتاب + ہاں ملہم ہستم و زخداوند منذرم۔ بعد از خدا بعشق محمد مخمرم۔ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم۔

یہ تو بحمد اللہ فیصلہ ہوا اور بڑا بھاری مرحلہ طے ہوا۔ الحمد للہ حمداً کثیرا۔ یہ ولی اللہ پکا سچا حقیقی محمدی مسلمان ہے۔ اور اس لئے اپنے بزرگ وجود کے ساتھ اہل اسلام کا فخر ہے۔ پھر کیا الہامات و مکاشفات اور مکالمات الٰہیہ کا دعویٰ کوئی انوکھا دعویٰ ہے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس فیض و فضل کا باب کبھی بھی بند ہوا ہے اور نہ ہو گا

یہ ہمارے آقا، ہمارے مولا حضرت ہادی کامل فرد اکمل محمد مصطفٰی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بابرکت نبوت کا بڑا بھاری ثبوت ہے۔ اور یہ فوق العادہ معجزہ اسی جناب پاک کا حصہ ہے کہ آنکی کامل اتباع سے اُنکے مخلص پیرووں پر ابواب السماوات کھل جاتے ہیں۔ زمین اپنے خزانے انکے سامنے اُگل دیتی ہو اور بقول حضرت مجدد (رحمہ اللہ تعالےٰ) کے یہی ایک فضیلت ہے جس سے دوسرے مذاہب کے لوگ بکلی بے نصیب ہیں۔ سچ پوچھو تو اگر کسی مذہب میں یہ برکت نہیں تو وہ اکھیل درخت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی پیروی سے اس قسم کے روحانی مکاشفات اور اسرار حاصل ہوسکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے الہامات اور ہمکلامی کی نازوال دولت ملتی ہے۔ دوسری قوموں نے اور بعض مسلمانوں کے مدعیان ریفارمیشن نے الہام کے جو معنے لئے ہیں۔ اور وحی کی حقیقت جو کچھ سمجھی اور بیان کی سراسر غلط ہے کہ "دل ہی سے ایک جوش فوارہ کی طرح اٹھتا ہو اور دل ہی پر پڑتا ہے"۔ یہ کیا بیہودہ اور مہمل خیال ہے۔ عالم مشاہدہ میں اس کی علمی نظیر بھی ہوسکتی ہے کس قدر فلاسفر گذرے کس قدر حکما اسوقت موجود ہیں۔ کیسے کیسے موجد مخترع ہوئے اور ہیں کسی کے دل سے خود بخود ایسے معارف و دقایق الٰہیہ نے جوش نہ مارا۔ وہ تو نیچر کی کتاب کے بڑے عالم کہلاتے تھے۔ مگر الٰہیات کے باب میں انکا کلام کیسا کمزور اور بودا ہے۔ بلکہ اکثر حکما و ایسے ہوئے ہیں جن کے اقوال سے سنڈاس سے زیادہ بدبو آتی ہے۔ نبی امی کے سامنے کونسا اور نیا نظارہ تھا؟ قوائے طبعی کے نظام کا کوئی اور ہی منظر تھا؟ کوئی خارجی تعلیم تھی؟ حاشا جنابہ عن ذالک۔ کیونکر کسی دلیل فلسفی او عقلی سے سمجھ میں آسکتا اور دانا اس کو باور کرسکتا ہے کہ قرآن کریم جیسی کتاب خود بخود اُن کے دل سے انہی کے اوپر وارد و نازل ہوئی؟ یہ کیسا نسخہ ہے؟ بے شک بے شک اللہ تعالےٰ متکلم ہے۔ وہ صفت

کلام سے معطل نہیں ہے۔ اُس نے موسیٰ کو کہا۔ یاموسیٰ انی انا ربک۔ اور یہ آواز نہ موسیٰ کے دل کی آواز تھی۔ نہ معاذ اللہ مجنوں کی طرح خود اپنی ہی آواز اُسے سنائی دی۔ بلکہ ایک قادر مطلق۔ حی قیوم متکلم کی آواز تھی۔ جو خارج ماسوی کو مسموع ہوئی۔ جن لوگوں نے اس کے خلاف اعتقاد کیا ہے۔ اُنہوں نے لاریب معطلہ کی طرح اللہ تعالیٰ کو اپنے زعم میں کوئی خیالی وجود قرار دے رکھا ہے۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ متکلم ہے۔ پر کسی سے کبھی اپنی مخلوقات سے کلام نہیں کرتا۔ ان احمقوں کو تشبیہ وتجسیم کے خیال نے مسلک صواب سے بہت ہی دور پھینک دیا ہے۔ اس بارہ میں رئیس المحدثین حضرت علامہ ابن قیم رضی اللہ عنہ کے کچھ اشعار لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے:۔

۱۔ ما للالہ لدیھم ماھیتہ غیر الوجود المطلق الوجدان

۲۔ مسلوب اوصاف الکمال جمیعہا لکن وجود حسبُ لیس بفان

۳۔ ما ان لہ ذاتٌ سوی نفس الوجو د المطلق المسلوب کل معان

۴۔ فلذاک لا سمعٌ ولا بصرٌ ولا علمٌ ولا قولٌ من الرحمن

۵۔ لنا نشبہ وصفہ بصفاتنا ان المشبہ عابد الاوثان

۶۔ کلا ولا نخلیہ من اوصافہ ان المعطل عابد البہتان

۷۔ من مثل اللہ العظیم بخلقہ فھو النسیب لمشرک نصران

۸۔ او عطل الرحمن عن اوصافہ فھو الکفور ولیس ذا ایمان

(۱) ان معطلوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ ایک گول مول جمادی بے حس وحرکت شے سے زیادہ نہیں۔

(۲) جس میں اوصاف کمال میں سے کچھ بھی نہیں۔ خیر اتنا ضرور ہے کہ وہ فانی نہیں۔

(۳) بس وہ ایک وجود مطلق ہے اور محض بے معنی اور بے نتیجہ وجود ہے۔

(۴) کیونکہ نہ تو اس میں شنوائی کی قوت ہے نہ بینائی ہے نہ علم ہے۔ اور نہ وہ کلام کرنے پر قادر ہے۔

(۵) ہم لوگ جو اہل السنۃ ہیں۔ ہمارا کب یہ مذہب ہے کہ ہم اس کی صفات کو اپنی صفات سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک مشبہ بُت پرست ہے۔

(۶) ہاں یہ بھی ہمارا اعتقاد نہیں کہ ہم اس کو صفات سے بیکار سمجھیں کہ وہ اُنسے کبھی کام ہی نہیں لیتا۔ ہمارے نزدیک ایسا ماننے والا معطل ہے۔ اور وہ اپنے ذہن کی تراشی مورت کو پوجنے والا ہے

(ہمارا تو یہ ایمان ہے کہ جو اللہ عظیم کو اسکے مخلوقات سے تمثیل وتشبیہ دیتا ہے وہ مشرک نصرانی ہے)

(۸) یا جو شخص رحمان کو اُس کے اوصاف سے بیکار مانتا ہے۔ وہ نا قدر شناس بے ایمان ہے۔

ان عقل کے اندھوں کو خیال نہیں آتا کہ ہم اللہ تعالےٰ کے کلام کو اپنے کانوں سے اسی طرح پر سُنتے ہیں۔ جس طرح اور بیرونی آوازوں اور اُن کے معانی ومفہوم کو ہم سُنتے اور تعقل کرتے ہیں۔ یہ بڑی طویل بحث ہے اور یہہ مقام اور یہہ رسالہ اس کے انفصال کا متکفل نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے نصرت کی تو ہم اپنے رسالہ ہادی کامل میں پورے بسط سے اس پر کلام کریں گے۔ غرض ہمارے بے سمجھ مدعیان اسلام نے فلاسفہ ملاحدہ کی تحریروں کے اثر سے متاثر ہو کر الہام اور وحی کی حقیقت کو عالم میں سب بے قدر اور ناقابل تعریف وتحدید مسئلہ بنا رکھا تھا۔ افسوس اگر ان کے قلوب مغربی علوم وحکم کی بظاہر آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی روشنی کے سامنے بالکل مغلوب نہ ہو گئے ہوتے اور سلف صالحین کے اقوال کی طرف انکا میلان ہوتا خصوصاً اُنہوں نے حضرت ابن قیم اور ابن تیمیہ رضی اللہ عنہا کی مختلف تصانیف کو تدبر سے پڑھا ہوتا تو وہ ایسی راہ جو اسلامیوں میں سے کوئی بھی نہیں چلا اختیار نہ کرتے +

کیا ایسے وقت میں جبکہ الہام پر ٹھٹھہ اُڑایا جاتا! جب کہ ہر ایک ہوائے نفس کا اسیر اپنے نفسانی
خیالات کا نام الہام اور القائے رحمانی رکھتا! کیا ایسے وقت میں جبکہ نبی کے وجود اور اس کے مواعید
کے ثبوت کے لئے دیوانہ اور مجنون کے حالات اور قالات سے بڑھکر تشبیہ نہیں مل سکتی تھی! ایسے وقت
اور ظلمانی وقت میں جبکہ عملی طور پر انبیا کی گرامی ذات اور اُن کے حالات عجیبہ کا ثبوت دینے والا کوئی
نہیں ملتا تھا! کیا ایسے وقت میں جبکہ نصاریٰ آریوں اور برہموؤں کی طرح اسلام کو خشک بے برکت
چشمہ بنایا گیا! اور حقانی صداقتوں اور الٰہی مذہب کے لئے کوئی بھی مابہ الامتیاز نہ رہا تھا۔ کیا ایسے
وقت میں ضرور نہ تھا کہ ایک پاک برگزیدہ شخص آتا جو اپنی رفتار و گفتار سے اسلام کے افضل المذاہب
ہونے کا ثبوت دیتا۔ اس زمانہ کے وحی و الہام کے منکروں یا مدعیان کاذب کو اصل حقیقت سے
بے شک اشد ضروری تھا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک +
آگاہ کرتا؟ بڑا ضروری تھا
حضرت مرزا صاحب کا یہی دعویٰ ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں اور اللہ تعالےٰ نے مجھے بہت سے صفات
میں حضرت مسیح کے ہمرنگ بنایا ہے۔ جہاں تک اس دعوے پر غور کی جاتی ہے۔ یہ کچھ انوکھا دعویٰ
معلوم نہیں ہوتا۔ اس معاملہ میں بھی اگر اضطراب و تردد ہو سکتا ہے تو نصاریٰ کو جنہوں نے حضرت مسیح کو
خدا مان رکھا ہے اور اُن کے نزدیک اُنکا کوئی مماثل ہونا محالات سے ہے۔ مگر اہل اسلام تو حضرت
مسیح کو اللہ کا بندہ اور رسول جانتے اور مانتے ہیں۔ اُنکو کیا۔ قت پیش آسکتی ہے۔ اس دعویٰ کے
سچ ماننے میں کہ کوئی شخص بعض صفات میں اُنکا مماثل و مشابہ ہو۔ یاد رکھنا چاہیے کہ مماثلت سے مراد
ہمیشہ من کل الوجوہ مماثلت نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ بعض یا اکثر صفات میں جیسے ہمارے سردار ہمارے
ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اکثر حالات و واقعات میں مثیل موسیٰ کہا گیا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ آغاز

پیدایش سے لیکر زندگی کے آخری دورہ تک دونوں کی سوانح عمری میں کوئی بھی مخالفت نہو۔ اللہ تعالےٰ نے جس طرح ایک آدم کو بنایا کہ وہ قوموں کا جسمانی باپ ہو۔ اور اسکی ذریت سے ہزاروں انبیا ہوئے اور ہر ایک کو خاص صفت سے موصوف کیا اور خاص قسم کی طاقتیں عنایت فرمائیں۔ اس جسمانی مگر ناقص آدم (بنی اسرائیل کا مورث اعلیٰ) کے چھ ہزار برس بعد اللہ تعالےٰ نے ایک کامل آدم کامل انسان بلکہ اکمل فرد کو پیدا کیا۔ یہ انسان کامل الوہیت کا مظہر تام ہوا۔ اِس ساتویں دن کو خدا نے مقدس اور برگزیدہ کیا۔ اب وہ عالم کی ساری ترتیب اور پورا انتظام ٹھیک ٹھاک کر کے اپنے عرش عظیم پر قائم ہو گیا جس طرح چھ مختلف وقتوں میں اس نظام عالم کو ترتیب دیا۔ اور جب زمین آسمان چاند سورج نباتات حیوانات وغیرہ تمام اشیاء کو اُنکی پوری درستی پہ پہنچا لیا۔ اور ہر شئے کو قرینہ اور سلیقہ سے سجا لیا۔ تب اس خلیفہ کو پیدا کیا جسکی خاطر یہ سارا ہنگامہ برپا کیا تھا۔ وہ آیا۔ اُس نے دیکھا کہ یہ ساری کائنات گو طاقت و قوت میں اس سے کہیں زیادہ ہے۔ مگر با ایں ہمہ بلا مزد اُسی کی تابع فرمان ہے۔ سارے طبعی قوام اُس رحمان مولا نے اُسی کے کام میں لگا رکھے ہیں اسی طرح اُس آدم کے چھ ہزار سال کے ریاد رکھنا چاہیئے کہ ستۃ ایام میں یوم سے مراد ہزار سال ہے۔ قرآن میں اسکی تفسیر موجود ہے۔ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ) بعد ایک کامل آدم (محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم) کو پیدا کیا جس سے روحانی طور پر نئی توالد اور تناسل کا سلسلہ آغاز ہوا۔ یہ آدم اس آدم سے کہیں بڑھکر ممتاز و معزز ہوا۔ اُس کی روحانی اولاد کو آسمان کے تاروں سے زیادہ اور بیابان کی ریت کے ذروں سے افزوں بنایا۔ علماء امتی کانبیا بنی اسرائیل بالکل صحیح ارشاد ہے۔ اس کامل فرد سے ایسے ایسے افراد اکمل نکلے ہیں۔ کہ تواریخ عالم اُن کے

ایسے کارنامے ہوں۔ اُن کے ایسے افعال و اقوال کی نظیر سے ساکت ہے۔ حقیقت میں اس متبوع کے لئے کتنے فخر کی بات ہے۔ اور کہانتک اس کا پایۂ عالی قیاس میں آسکتا ہے جس کے اتباع بنی آدم کو حاصل ہونے والے ہوسکنے والے ہر قسم کے مفاخر و مناقب کی اعلیٰ معراج پر پہنچے ہوں۔ یہ صرف اس کامل الانسان ہمارے سید و مولا د صلے اللہ علیہ وسلم) کو فضیلت ملی ہے کہ انکی پوری متابعت سے ایسے مراتب جلیلہ حاصل ہو سکتے ہیں۔ ورنہ آج دنیا میں کوئی نشان دے سکتا ہے؟ کس نبی کے پیرؤں میں روحانیت کا کوئی شمہ بھی باقی ہے؟ کمالات ومعارج کی برکتیں تو ایک طرف سو کھی پیروی کی دولت بھی توانسے چھن گئی ہے۔ اُس آدم دابوالانبیاء) در اس کی اولاد دانبیا علیہم السلام) کا کہیں نام ونشان بھی صفحۂ ہستی پر ہے؟ کوئی واضح اور قول فیصل کے طور پر پتہ دے سکتا ہے کہ وہ کہاں کہاں ہوئے؟ کس جگہ اُنکا مرقد و مدفن ہوا۔ ان کے مفصل کمالات ذاتیہ۔ اُنکی خالص بے لوث سچی تعلیم۔ اُنکی بلاآمیز سوانح عمری کا کوئی کھوج لگا سکتا ہے؟ اللہ اکبر! کتنی بڑی قوم نبی کی۔ کس قدر کثیر التعداد قوم دنیا میں باقی رہی۔ توریت کی پیروی کی مدعی قوم جناب موسیٰ کی اتباع پر ناز کرنے والی۔ مگر حیرت ہے کہ موسیٰ کی آخری خوابگاہ کا اسی طرح پر پتہ نہیں دے سکتی۔ جس طرح اُس کلیم اللہ کے واقعات زندگی کے صحیح طور بیان کرنے کی متکفل نہیں ہو سکتی! ہر ایک نبی اولوالعزم سے ہو یا چھوٹے درجہ کے نبیوں سے اُسکی تاریخ ویسی ہی غیر واضح اور تاریک ہے لیکن اس آدم کامل دعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مولد و منشا، اُس کی زندگی کے آخری ایام بسر کرنیکا مکان۔ اسکا مرقد مبارک۔ اس کی حقیقی بلالوث سوانح عمری آفتاب سے منور تر اور ماہتاب سے بڑھکر آشکار ہے۔ اسی کے پہلو میں وہ دو برگزیدے بھی سوتے ہیں جنکو ازل سے حکیم مطلق

نے اسکی دائمی مصاحبت کے لئے چن رکھا تھا۔ فَعَلَیہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَفضَلُ الصَّلوٰۃِ وَالتَّحِیَّاتِ
اَللّٰھُمَّ اَرزُقنِی حُبَّہٗ وَحُبَّ مَن یُحِبُّہٗ ؛

ان دقیق حالات پر نظر کرنے سے صاف عیان ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہہ اشارہ ہے
کہ یہ کامل آدم اور اس کے روحانی فرزند ابدالاباد تک قایم رہنے والے ہیں۔ اس کے فرزند بھی عارفان
کامل اور عالمان صالح ہوتے ہیں جو ہمیشہ ہر زمانہ میں اس کامل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشکوٰۃ
نبوت کے حق میں زیبت کا کام دیتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد ہوگا جو دین
کو تازہ کرے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ یہ مجدد دین
اور مصلحین فرداً فرداً انبیا بنی اسرائیل کی بعض یا اکثر صفات کے ہمرنگ و مشابہ ہوتے ہیں۔ اس امر
کو اہل کشف یعنے علمار حقانی اپنی اصطلاح میں یوں تعبیر کرتے ہیں۔ کہ فلان شخص آدم کے قلب پر واقع ہے
فلان ابراہیم کے۔ فلان یوسف کے۔ فلان موسےٰ کے (صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) فلان فلان کے
قدم پر ہے اور فلان فلان کے ؛

ان امور پر حضرت شیخ ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں مفصل کلام کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔
وھوالذی تسمعونہ من الطائفۃ من ان فلاناً علیٰ قلب آدم وجماعۃ علیٰ قلب ابراھیم ای
لھم من المنازل مالابراھیم و آدم من مقام الولایۃ التی لھم (فتوحات مکیہ ج ۳ ص ۱۱) یہہ مجدد
دین کوئی نئی شریعت نہیں لاتے۔ نہ کوئی حکم نیا اپنی طرف سے دیتے ہیں بلکہ شریعت محمدیہ (علیٰ صاحبہا
الصلوٰۃ والسلام) کے مٹتے ہوئے نشانوں کو از سر نو قائم کرتے ہیں۔ ان کو نبی متبوع کی باتوں کے فہم کا
عجیب ملکہ عطا ہوتا ہے جو غیر علماء رسوم کو ہرگز مل نہیں سکتا۔ ان میں جو علیٰ قلب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ہوتے ہیں جنہیں بلفظ دیگر افراد بکمل کہتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالٰی اپنے فیض سے اپنے اور اپنے نبی کے
کلمات کے فہم وتفسیر میں عجیب قسم کی حفاظت وعصمت عنایت فرماتا ہے۔ حضرت شیخ ابن عربی لکھتے ہیں واھل
الکشف النبی عندھم موجود فلا یاخذون الحکم الا عنہ وھذا الفقیر الصادق لا ینتمی الی مذاھب
انما ھو مع الرسول الذی ھو مشھود لہ مع الوحی الذی ینزل علیہ فینزل علی قلوب الفقراء
الصادقین من اللہ التعریف بحکم النوازل انہ حکم الشرع الذی بعث بہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم واصحاب علم الرسوم لیست لھم ھذہ المرتبہ لما اکبوا علیہ من
حب الجاہ والریاسۃ والتقدم علی عباد اللہ وافتقار العامۃ الیھم فلا یفلحون فی انفسھم
ولا یفلح بھم (اہل کشف کے پاس نبی سدا موجود رہتا ہے وہ اسی سے حکم لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ سچا
فقیر کسی مذہب کی طرف منسوب نہیں ہوتا وہ رسول کی سنگت میں رہتا ہے جو سدا اسکی آنکھوں کے
سامنے ہے جس طرح رسول اس وحی کی سنگت میں رہتا ہے جو اس پر اترتی ہے۔ ایسا ہی ضروریات
کے پیش آنے پر اللہ تعالٰی ان صادق فقراء کو سمجھا دیتا ہے کہ منشا اس شرع کا جو اس کا رسول صلی اللہ
علیہ وسلم لایا ہے کیا ہے۔ رسمی علموں کے عالم اس مرتبہ پر پہنچ نہیں سکتے۔ اس لئے کہ حب جاہ او ریاست
اور مخلوقات پر پیش دستی ڈھونڈھنا اور خلقت کو اپنا دست نگر بنانا انکا مقصود ہوتا ہے پس نہ تو یہ
بدبخت خود فلاح پانے والے ہیں نہ انکے پیرو فلاح پا سکتے ہیں) +

ایک اور مقام میں لکھتے ہیں وھذا ھو حظ الوارثہ من النبوۃ ان یتول اللہ تعلیم المتقی من
عبادہ فیقرب من سیدہ بل یقول اخبرنی ربی بشرع نبیہ الذی تعبدہ بہ اخذہ من ربہ
بہ الیہ فھو عال فی العلم تابع فی الحکم وھم الذین لیسوا بانبیاء وتغبطھم الانبیاء علیھم

اسلام فی ھذہ الحالۃ لانھم اشترکوا معھم فی الاخذ عن اللہ) اور نبوت سے مستملینہ کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالے اپنے متقی بندے کی تعلیم کا آپ ہی متکفل ہو اور اسے الٰہی تعلیم دے کہ وہ شاگرد اپنے استاد کے یعنی وہ تابع اپنے متبوع کے نزدیک ہو جائے بلکہ وہ یہ کہے کہ مجھے خود میرے رب نے اپنے نبی کی راہ بتا دی ہے جس پر چل کے ہم اس تک پہنچتے ہیں۔ مَیں تو اس شرع (راہ) کو خود اسی وحی کرنے والے سے اخذ کرتا ہوں۔ ایسا شخص اگرچہ علم کے لحاظ سے گرامی قدر ہوتا ہے مگر نبی کے حکم کے تابع ہوتا ہے۔ یہ لوگ نبی تو نہیں ہوتے۔ مگر اس حالت میں انبیا بھی اُنپر رشک کرتے ہیں کیونکہ اللہ سے حکم کے لینے میں یہ لوگ انبیا کے مساوی ہوتے ہیں +

پھر آگے چلکر اس عجب سر کو اور بھی لطیف پیرایہ میں کھولتے ہیں۔ قال ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی فاخبران من اتبعہ یدعوا الی اللہ ایضاً علی بصیرۃ۔ فان کنت عارفاً بمواقع الخطاب الالٰھی وتنبیھاتہ واشاراتہ فقد عرفتک بحالک مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبحالہ معک وجعلک علی صورتہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نورہ وامدادہ وابنت لک ان صورتک معہ فی ھذا الامر صورتہ ایضاً مع جبرائیل علیہ السلام الذی اتقدت فتیلۃ من مصباح جبرائیل واشتعلت نوراً وکل واحد من السرج ما انتقل نورہ عنہ بل ھو علی نورہ فی نفسہ وانظر لمن استندت الرسل بعد اخذھا عن جبرائیل ھل کان استنادھا الی جبریل اولی اللہ لا واللہ بل قیل رسول اللہ وما قیل رسول جبریل وکذالک من اخذ عن الذی وقع مثل ھذا النور ودعا الی اللہ علی بصیرۃ فذالک الدعاء والنور الذی یدعوا بہ ھو نور الامداد لا النور الذی اقتبسہ من السراج فینسب الی اللہ فی ذالک لا الی الرسول فیقال عبد اللہ و

هو الداعی الی اللہ عن امر اللہ بواسطۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحکم الا ھل لاحکم
ما فتح اللہ بہ علیہ فی قلبہ من العلوم الالھیۃ التی ھی فتح عین فھمہ لما جاء بہ الرسول
صلی اللہ علیہ وسلم من القرآن والاخبار الالھیہ لان ھذا الوصی لا یاتی بشرع جدید او
انما یاتی بفھم جدید فی الکتاب العزیز ولم یکن غیرہ یعرف ان ھذا المعنی فی ذالک الحرف
المتلو" (آپ نے کہا میں اور میرے پیرو بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے اس قول سے ثابت ہوا کہ آپ کے تابعین بھی دعوت الی اللہ میں بصیرت پر ہوتے ہیں) اگر
تو اے مخاطب، الٰہی طرز کلام اور اسکی تنبیہات و اشارات کے موقعوں سے آشنا ہے تو میں نے تجھے
خوب سمجھا دیا ہے کہ تیرا حال رسول اللہ کے ساتھ اور اس کا دل تیرے ساتھ کیا نسبت رکھتا ہے۔ اور
کیسے تجھکو اللہ تعالےٰ نے بلحاظ نور و امداد کے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صورت پر بنایا ہے اور
میں نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اس معاملہ میں جیسی تیری صورت اسکے ساتھ ہے ویسی ہی اسکی جبرئیل کے
کے ساتھ ہے کہ اس (رسول صلعم) کی بتی جبرئیل کے چراغ سے مشتعل و منور ہوئی ہے۔ مگر یوں نہیں کہ
ان دونوں چراغوں سے ایک کا نور دوسرے کی طرف بالکل انتقال کر آیا ہو۔ بلکہ وہ اپنے اپنے
ذاتی اور حقیقی نور پر ہیں۔ اب غور کرو کہ جب رسولوں نے اس نور کو جبرئیل سے لیا۔ تب اسے منسوب کس
کی جانب کیا؟ آیا جبریل کی طرف یا اللہ کی طرف۔ نہیں نہیں اللہ کی طرف۔ چنانچہ رسول اللہ پکار اٹھا۔
رسول جبریل کہا نہیں گیا۔ اسی طرح جو شخص ایسا نور نبوت سے لیکر بصیرت سے اللہ کی طرف پکارتا ہو
اس نور کو نور امداد کہا جاتا ہے۔ نہ وہ نور چراغ سے اقتباس کیا ہے۔ اس لئے اس دعوت کے معاملہ میں
وہ شخص اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ نہ رسول کی طرف اُسے عبد اللہ کہتے ہیں۔ وہ اللہ کے امر سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ وہ اپنے نبی کے تابع ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم قرآن کریم اور اخبار الہیہ سے جو کچھ لائے ہیں ان ہی میں اور ان ہی میں سے اسکو علوم الہیہ حاصل ہوتے ہیں۔ یہ ولی کوئی شرع نئی نہیں لاتا۔ بلکہ نبی سمجھ لاتا ہے اور قرآن کریم میں اسکو ایسا نیا فہم عطا ہوتا ہے۔ جو دوسرے شخص کو ان آیات کے متعلق ہرگز میسر نہیں ہوتا۔ سبحان اللہ وبحمدہ حضرت شیخ نے تو جھگڑا ہی چکا دیا۔ واویلا ان لوگوں پر جن کی آنکھوں میں بغض وحسد کی جھلی چھائی ہوئی ہے۔ نہ وہ خود مانتے ہیں نہ اہل ذکر سے صلاح لیتے ہیں۔ ہر ایک نے ان میں سے دین میں مفتی ومجتہد ہونے کا علم کھڑا کیا ہے۔ سخت بغاوت کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کلام میں الحاد کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو سوچنا اور بڑے خوف غور کرنا چاہیئے تھا کہ انبیا کے کلام کو سوائے وارثان انبیا کے جنہیں انبیا کی طرح وحی والہام۔ رویا ومکاشفات کی دولت ملی ہوئی ہے۔ اور کوئی سمجھنے اور بیان کرنے کا حق نہیں رکھتا یہی لوگ حقیقی اہل حدیث۔ اہل السنۃ۔ اہل القرآن ہوتے ہیں۔ یہ لوگ کبھی رسول اللہ سے اور کبھی اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہو کر احکام اخذ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا حال انبیاء علیہم السلام سے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ لوگ ہوائے نفسانی سے بکلی پاک اور حب جاہ وریاست سے منزہ ہوتے ہیں۔ سچے غمخوار امت کے۔ کیونکہ نوحہ وبکا۔ سوز ورقت انکے حال پر غالب رہتی ہے قوم کے غم میں انکی ہڈیاں گل جاتی ہیں۔ یہ لوگ اہل دنیا کی سی صحت کا کبھی منہہ نہیں دیکھتے۔ تن پروری سے انہیں کلی نفرت ہوتی ہے۔ وہ فاسفورس کے خیال سے پلاؤ اور قلیہ کے دلدادہ نہیں ہوتے۔ انکی غذا اللہ تعالے کے مکالمات سے ہوتی ہے۔ انہیں اطعمۂ لذیذہ والبسۂ نفیسہ سے کیا نسبت۔ وہ قوم کے غم میں رو رو کر گھل جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ؎

یارب بآب چشم من این کسل شان بشو۔ کامروز تر شده است ازین در دبستر م

میں نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے مختصراً کافی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مرشدنا کا دعوے کوئی انوکھا دعوے نہیں۔ اہل اللہ کو ایسے دعوے زیبا ہیں۔ بدگوں کے طعن سے انکی شان ارفع واعلےٰ ہوتی ہے۔ اگر مجھے رسالے کے بڑھجانے کا خوف نہ ہوتا۔ تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے میں اس مقام پر بہت سے اولیاء اللہ کے بلند دعادی اور ان کے حیرت انگیز ملفوظات نقل کرتا۔ مگر یہ بڑا کام اللہ تعالےٰ نے اپنے ایک خاص بندے میرے بڑے مہربان مربی ناصح دوست مولوی نورالدین صاحب کے سپرد کیا ہے۔ میرے پیارے دوست نے ارادہ کیا ہے کہ وہ اقلاتیرہ مجددون کی سوانح عمری لکھینگے ان کے اقوال واعمال کا اس مجدد الزمان (سلمہ الرحمان) کے اقوال واعمال سے موازنہ ومقابلہ کرینگے اور پھر دنیا کو دکھائینگے کہ اس مسیح الزمان کی سیرت میں کونسی ایسی نئی بات ہے جس پر حرف رکھا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو اس نیک ارادہ کے پورا کرنے میں مدد دے۔

دفعہ ۴۔ پیش گوئی ایسا سائنس ہے جس کی اصطلاحیں استعارات وکنایات ہوتی ہیں۔ ابہام واحتمال اور ذی الوجوہ ہونا ان کی ترکیب کا لازمہ ہوتا ہے۔ ایک شخص کی کشفی آنکھ عالم مثال میں کی صور کو مشاہدہ کر رہی ہے۔ وہ ان حقائق وکیفیات کو عالم محسوسات کے دائرہ نشینون کے سامنے بیان کرتا ہے۔ اس لئے لامحالہ اسے تمثیلوں اور استعاروں سے کام لینا پڑتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خواب میں ایک شے از قبیل مادیات نظر آتی ہے اور تعبیر اس کی کیفیات سے ہوتی ہے جیسے جناب ہادی کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھا گیا کہ آپ نے اس قدر دودھ پیا کہ اس کی تری آپ کے ناخنون سے نکل پڑی۔ اور اس کا بقیہ آپ نے جناب فاروق رضی اللہ عنہ کو دیا سو اس کی تاویل آپ

نے علم سے فرمائی اور بعض دفعہ اشیاء رائیہ دکھائے جاتے ہیں لیکن تاویل وقوع کے وقت ان کی صورت کو ادنے مشابہت بھی اصل دکھائی گئی شے سے نہیں ہوتی بلکہ کلی مغائرت ہوتی ہے۔ اس کی مثال جناب یوسف علیہ السلام کا خواب ہے جو ایام طفولیت میں انہیں دکھایا گیا کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج ان کے آگے ڈنڈوت کر رہے ہیں۔ ایک عرصہ دراز کے بعد جب اللہ تعالے نے انہیں تخت مصر پر تمکن کیا اور قحط نے کنعان میں جناب یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کو مجبور کیا کہ وہ عزیز مصر کے حضور جا کر رفع تکالیف کی التجا کریں۔ وہ گئے اور بادشاہ کے پارعب تخت کے سامنے اپنے گیارہ بیٹوں سمیت بڑے آداب سے بجا لائے۔ اور اس وقت جناب یوسف نے شدت خوشی سے وجد میں آ کر کہا ھٰذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلھا ربی حقا۔

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں آپ کا ایک دلچسپ خواب لکھا ہے جو ہمارے بیان کی پوری تائید کرتا ہے۔ ولما دخل بجایۃ فی رمضان سنۃ ۵۹۷ھ قال رایت لیلۃ فی التاریخ المذکور انی نکحت نجوم السماء کلھا فما بقی منھا نجم الا نکحت بلذۃ عظیمۃ روحانیۃ ثم لما کملت نکاح النجوم اعطیت الحروف فنکحتھا فعرضت رؤیای ھٰذہ علی من عرضھا علی رجل عارف بالرؤیا بصیر بھا و قلت للذی عرضھا علیہ لا تذکرنی فلما ذکر لہ الرؤیا استعظمھا و قال ھذا ھو البحر الذی لا یدرک قعرہ صاحب ھذہ الرؤیا یفتح لہ من علوم العلویۃ و علوم الاسرار و خواص الکواکب ما لا یکون فیہ احد من اھل زمانہ۔

[illegible] ۵۹۵ھ میں حضرت شیخ صاحب بجایہ میں وارد ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے دیکھا

کہ میں نے آسمان کے سارے ستاروں سے مجامعت کی۔ کوئی ستارا باقی نہ رہا جس سے بڑی روحانی
لذت کے ساتھ میں نے جماع نہ کیا جب یہ معاملہ ختم ہوا تب میرے سامنے حروف پیش کئے گئے اور میں نے
ان سے جماع کیا۔ میں نے یہہ رویا ایک شخص کو سنائی اس نے ایسے شخص کے آگے پیش کی جو علم تعبیر کا عالم
اور عارف تھا۔ میں نے اسے یہہ بھی کہہ رکھا تھا کہ میرا نام نہ لینا۔ کہ فلاں شخص کی رویا ہے۔ اس عالم
آدمی نے اس رویا کو سنکر بہت ہی گرامی قدر سمجھا اور کہا یہہ ایسا سمندر ہے جس کی تھاہ تک کوئی پہنچ نہیں سکتا
اس خواب والے شخص پر آسمانی علوم اسرار کے علوم۔ اور ستاروں کے خواص کھولے جائیں گے اور
یہہ رتبہ ان کے ہمعصروں سے کسی کو بھی میسر نہ ہوگا)

اتنی دور جانے کی کیا ضرورت ہے اللہ تعالےٰ نے انسانی فطرت میں یہ مادہ رکھا ہے۔ ہر ایک
انسان کے پاس اس بات کے یقین کرنے کی کافی وجوہات ہیں کہ عالم خواب ایک عجیب عالم ہوتا ہے جو
سراسر تمثیلات۔ استعارات اور کنایات اور تمثیلات سے بھرا ہوتا ہے۔ دکھایا کچھ جاتا ہے اور
وقوع میں کچھ آتا ہے۔ بقدر استعداد کے کم و بیش ہر ایک انسان صحیح خواب دیکھنے کی صلاحیت رکھتا
ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ اس لطیف سائنس سے بہت تھوڑے واقف ہوتے ہیں۔ مگر عدم واقفیت
سے کسی شئے کا محض بطلان لازم نہیں آتا۔ ہر شاخ علم کا دنیا میں یہی حال ہے۔ الناس اعداء ما جھلوا
نہایت درست قول ہے۔ اللہ تعالےٰ نے نبوت کی صداقتوں کے اثبات کے لئے اور اقلاً انبیا کے عجائب
احوال کے روبرو سر تسلیم خم کرانے کے لئے فطرت انسانی میں خواب کا عالم ودیعت رکھہ دیا ہے۔
یہہ قوی دلیل ہے جس کی راہ نمائی کی مدد سے سلیم الفطرت انسان نے انبیاء علیہم السلام کی رویاء و
مکاشفات کو تسلیم کیا ہے۔ کسی پر یہ حالت واقع ہو نہ ہو مگر اس نے اسے قانون قدرت کے موافق اور ممکن الوقوع

ضرور ماننا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رویائے صالح بھی اجزائے نبوت سے ہے۔ چنانچہ حضرت صدیقہ مطہرہ رضی اللہ عنہا وارضاہا فرماتی ہیں اول ما بدئ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم فکان لا یری رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح (یعنے آنحضرت صلعم کی وحی کی ابتدا یوں ہوئی کہ آپ کو پہلے خواب میں ٹھیک ٹھیک رویا دکھائی دینے لگی ہر ایک رویا کی تعبیر و تاویل روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہوتی تھی۔ اب اس امر میں تو کچھ شبہ نہ رہا کہ رویا ضرور ایک واقعی عالم ہے اور اس کے عجائبات و غرائبات کی کچھ انتہا نہیں۔ پیش گوئی میں یہی چونکہ یہ بھی رویا کے سلسلے سے ہوتی ہے۔ لا انتہا عجائبات مگر از قبیل چیستان و لغز مندرج ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات یہ بھی ضروری نہیں ہوتا کہ خود نبی یا ولی کو بھی جو صاحب الرویا ہے مفصلاً و محققاً اس کے مطالب و معانی پر اطلاع ہو۔ چنانچہ جناب یوسف صدیق علیہ السلام کو اس خواب کا ٹھیک ٹھیک ذائقہ تو اسی وقت آیا جب اس کی حقیقی تاویل ظاہر ہوئی۔ اللہ تعالےٰ کی یہ عادت ہے کہ بعض اوقات ان حوادث و وقائع کی جو اس عالم کون و فساد میں واقع ہونے والی ہوتی ہیں۔ عالم مثال میں اجمالی صورت پیدا کر دیتا ہے اور اپنی ایک خاص حکمت کے اظہار کے لئے اپنے خاص بندوں کو اس پر مطلع فرما دیتا ہے۔ وہ لوگ سینکڑوں اور کبھی ہزاروں برس بعد واقع ہونے والے واقعات کو عجیب عجیب استعارات کے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں۔

یہ کہنا کہ پیش گوئیوں کے الفاظ اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہونے چاہیئے سخت جہالت کی بات ہے۔ کتب سماوی پر نظر ڈالنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ انبیاء سابقین کن کن پیرایوں میں پیشگوئیاں کرتے تھے۔ چونکہ اب تو اکثر ان کی پیشگوئیاں ظہور میں آچکی ہیں اس سے ان کے

مصداق و تاویلات کے ساتھ مقابلہ کرنے سے ہمارے بھائی اہل السلام جو اپنی کوتہ حوصلگی سے کتب سابقہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا گوارا نہیں کرتے (اور حقیقت میں یہی باعث ہے کہ انہیں انبیاء کے طرز کلام سے کچھ بھی واقفیت نہیں اور قرآن کریم کے اکثر قصص و ایام کی حقائق سے محض ناآشنا ہیں) کوئی بھی وقت نہ رہی گی۔

(۱) حضرت یسعیاہ نبی علیہ السلام اپنی درماندہ اور شکستہ حال قوم کو تسلی دیتے وقت پیشگوئی فرماتے ہیں۔ تیرے مردے جی اٹھیں گے۔ ان کی لاشیں اٹھ کھڑی ہوں گی۔ تم جو خاک میں بسے ہو جاگو اور گاؤ کیونکہ تیری اوس اُس اوس کی مانند ہے جو نباتات پر پڑتی اور زمین مردوں کو جن ڈالی گئی (باب ۲۶)۔

ہمارے ظاہر پرست اور تفسیر احادیث کا دعوے کرنے والے نشان زدہ فقرات پر غور کریں۔ کیا ان سے وہی حقیقت مراد ہے جو ظاہر الفاظ سے نکلتی ہے ؟

(۲) الف۔ ہاں بادشاہوں کی چھاتی سے دودھ چوسے گی۔

(ب) آگے تیری روشنی دن کو سورج سے۔ اور رات کو تیری چاندنی چاند سے نہ ہوگی۔ بلکہ خداوند تیرا ابدی نور اور تیرا خدا تیرا جلال ہوگا۔

(ج) تیرا سورج پھر کبھی نہ ڈھلے گا۔ اور تیرے چاند کا کبھی زوال نہ ہوگا (باب ۶۰)۔ ہمارے قریبی طبع اصحاب ظاہر غور کریں اور نمبر (ج) والی پیشگوئی پر گہری نگاہ ڈالیں کہ کیا واقعی سورج کا نہ ڈھلنا اور چاند کا زوال نہ ہونا اپنے ظاہر پر حمل کیا جاوے گی یا ان کی حقیقت کچھ اور ہے ؟

(۳) اس وقت بھیڑیا برے کے ساتھ رہیگا۔ اور چیتا حلوان کے ساتھ بیٹھے گا۔ اور بچھیا شیر بچہ اور پلا ہوا بیل ملے جلے رہیں گے۔ اور ننھا بچہ ان کی پیشی روی کریگا۔ گائے اور ریچھنی ملکے چریں گے ان کے بچے ملے جلے بیٹھیں گے اور شیر ببر بیل کی طرح پوآل کھائے گا اور وہ لڑکا جس کا دودھ چھڑایا گیا ہوگا کالے کی بانبی میں ہاتھ ڈالے گا۔ یسعیاہ باب ۱۱-۷-۸-

ہم نہیں سمجھتے کہ ہمارے علماء جنہوں نے بڑی دانشمندی سے اہل الحق والتحقیق کا نام موّلین رکھا ہوا ہے ان الفاظ کے کیا معنے قرار دینگے۔ وہ یاد رکھیں کہ ایک عالم ان پیشگوئیوں کو حق مانتا چلا آیا ہے مگر کیا کسی نے ان الفاظ کے ظاہری معنی لینے کی جرأت کی ہے؟ اور کر کیونکر سکتا ہے! قدرت کا قانون اسے صاف جھٹلانے کو تیار ہے۔

غرض پیشگوئی سربستہ راز اور معما ہوتی ہے اس کا حل ما انکشاف بجز اہل کشف والہام کے اور کوئی کیا کرسکتا ہے؟ بعینہٖ جیسے خواب کی تاویل سوائے اہل بصیرت کے دوسرے پر کھل نہیں سکتی۔ اور عوام بلکہ اس زمانہ کے بعض خواص علوم مغربی کی کورانہ تقلید کے باعث عالم رویا اور پیشگوئی کو خواب پریشان اور بے حقیقت محض کہکر ٹھٹے میں اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں فہم عطا فرمائے اور انہیں توفیق دے کہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کریں۔

ہمارے ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو پیشگوئی مثیل مسیح کی نسبت فرمائی ہے اور جسے استعارہ کے طور پر ابن مریم کہکے کہا گیا ہے ہمارے علماء اندھی اونٹنی کی طرح اس کی معانی کی تشریحات کے میدان سرگرداں ہو رہے ہیں۔ اگر وہ ذرا بھی غور کرتے تو ابن مریم کا لفظ ان کی راہ میں ٹھوکر کا پتھر نہ بن جاتا۔ ملا بست نامہ اور شدید مشابہت ظاہر کرنے کے لئے صاحب الرؤیا علیہ السلام،

حرف تشبیہ کو اڑا کر مشبہ بہ ذکر پر اکتفا فرماتا ہے۔

بایں معنی کہ وہ آنے والا شخص سیرت میں ایسا مشابہ و مماثل ابن مریم سے ہوگا کہ گویا خود ابن مریم ہی ہوگا۔ نہایت صاف بات ہے۔ معلوم نہیں اس میں کیا غرابت ہے۔؟ اصل یہ ہے کہ انہیں اس عقیدہ نے کہ حضرت مسیح علیہ السلام باجسد زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور پھر وہی بجانب خاص تشریف لاویں گے حقائق کے فہم سے معطل کر دیا ہے۔ ہمیں بالکل فضول اور غیر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس امر پر لمبی بحث چھیڑیں۔ اب ایسی بلاہت اور کور ذوقی کا وقت نہیں ہے۔ کہ تعلیم یافتہ قوم ایسی بے ثبوت بات پر کچھ بھی توجہ کرے معلوم نہیں کہ شیعوں کے امام مہدی کی طرح جو محض معطل ہاتھ پر ہاتھ دھرے کسی غار میں بیٹھے ہیں۔ ہمارے ان علما کا خیالی مسیح بے کار آسمان پر بیٹھا کیا کرتا ہے۔ اور برسوں ہو گئے صفت نبوت سے کچھ بھی کام نہیں لیتا۔ امت محمدی لاانتہا فتن و مصائب میں مبتلا ہوئی۔ بیسیوں سختیاں اس پر نازل ہوئیں اس کے لاکھوں صلحا و علما قتل کئے گئے۔ شہر بہ شہر ان سے چھینے گئے رہا سہا دین تھا سو وہ بھی لٹ گیا ہے۔ تباہی بغداد کے اس خطرناک ہنگامہ کے خونخوار سے جن میں عالموں صالحوں۔ ناصروں۔ بڈھوں۔ جوانوں یتیموں۔ بیواؤں کی شور و شیون نے قیامت کی تاثیر پیدا کر دی تھی۔ ان کی آہوں کے تیر آسمانوں کو چیر کہیں کے کہیں نکل گئے تھے۔ مگر حضرت مسیح نہ جاگنے تھے نہ جاگے!!!

ان کی عقلوں پر معلوم نہیں کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ آریوں کی طرح خدا کو محض وہ ارواح کا خالق اعتقاد کر رکھا ہے۔ ان کے نزدیک اور کسی روح جدید کے پیدا کرنے پر وہ قادر نہیں کہ

گو انہوں نے مہربانی کر کے اتنی رعایت ضرور کی کہ اس طرح اور ان معنوں میں تناسخ کے قایل نہ ہوئے مگر ایک دوسری آڑ میں کام وہی کیا۔ ارے بھائیو سوچو خدا تمہیں سمجھ عطا کرے! اللہ تعالےٰ کو کیا ضرورت ہے۔ کہ ایک شخص کو اتنی مدت تک کسی کام کے لئے محفوظ اریزرو ڈ اٹھا رکھ چھوڑا ہے۔

اس خاصیت اور قابلیت کا کوئی اور انسان وہ خلق نہیں کرسکتا؟ اگر اس کی حکمت کا ایسا تقاضا ہوتا اور اس کی عادت یوں جاری ہوتی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل واکمل اس غرض کے سرانجام کے لئے اور کون ہوسکتا تھا۔ جنہوں نے اپنی پہلی زندگی میں ہی دیکھا دیا کہ دنیا میں وہ بڑے بڑے کام کرنے کی کامل صلاحیت رکھتے تھے۔ اور انہوں نے ہزاروں فوق العادۃ کام کر بھی دکھائے حضرت مسیح نے اپنی پہلی زندگی میں کیا کیا کہ پھر انہیں دوبارہ دنیا میں آنے کی خاطر محفوظ اور آمادہ رکھا جاتا!!! تعالیٰ شانہ عما یقولون علواً کبیراً۔ ہمیں ارمان ہی لگا رہتا ہے۔ کہ کاش ہمارے اس سردار کو (صلی اللہ علیہ وسلم) دو تین سو برس کی رہبی کوئی سو ہی برس کی زندگی مل جاتی نہیں تو ان کے ارشد جانشین حضرت فاروق کو ہی کوئی اور دس بیس برس کی مہلت عطا ہوتی۔ کہ شاید اور بڑے بڑے کام ان سے ظہور میں آتے پاس تو خداوندی امر نے ایک ساعت کے لئے بھی دم نہ لینے دیا۔ حالانکہ ثابت ہو چکا تھا کہ وہ کام کے آدمی تھے۔ مگر تعجب ہے اور سخت حیرت ہے کہ ایک دوسرے انسان کو سینکڑوں برس کی دراز زندگی ملی ہے اور پھر بے فائدہ!

یہ عجیب مغالطہ ہے کہ سلف کوئی اس طرف نہیں گیا۔ ہم نے بہت دیر تک اس قول پر غور کی

ہے۔ ہماری سمجھ میں اس کا کبھی بھی کچھ مفہوم نہیں آیا۔ گذشتہ آئمہ کیا عالم الغیب تھے؟ کیا ہر قسم کی
نئی نئی پیدا ہونے والی تحقیقات اور متجددہ ضروریات کا اس وقت ان کو اجمالی یا تفصیلی علم تھا!
ہمارے نزدیک ایسا دعویٰ کرنا سراسر قانون قدرت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالے کا قانون قدرت
ہر ایک کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ ایا م قدیم کے حکما و موجدین کو کیوں ایسے اسباب نہ مل گئے
کہ وہ زمانہ حال یا استقبال کے حکما و موجدین کے لئے کوئی بھی ایجاد و اختراع باقی نہ چھوڑ جاتے
اور یکبارگی ایک دفعہ ہی اپنے تمام مدفونات و مکنونات اگل کر ان کے آگے دھر دیتی۔ مگر عادت اللہ
نے دکھا دیا ہے کہ ایسا نہ ہوتا اس کے تقاضا و مشیت کے خلاف ہے اس نے ایسا
ہی مقدر کر رکھا ہے کہ ہر شے بہ تدریج اور اپنے وقت پر ظہور میں آتی ہے جیسا کہ ہم دیکھتے
ہیں۔ کہ گویہ وسیع کائنات ہر آنکھ کے سامنے کھلی ہوئی ہے۔ مگر با ایں ہمہ ہر شخص علت و معلول
یا سبب و مسبب کے رشتہ سے آگاہ نہیں ہو سکتا ہر ایک کا ذہن جزئیات سے کلیات کی جانب
منتقل نہیں ہو سکتا جس کا نتیجہ مشاہدہ میں عیاں ہے۔ کہ ہر ایک شخص ایجاد و اختراع پر قادر نہیں
ہو سکتا۔ لاکھوں کروڑوں جید عقلا گذر گئے اور اس عصر میں بھی ہیں موجود ہیں مگر جو انجن کی ایجاد کا
دائمی فخر حکیم مطلق نے سٹیفن صاحب کو ہی بخشا یہی حال مخترعات کا ہے کہ ضرورت کے وقت
خاص خاص شخصوں کو ممتاز مناسبتوں کے باعث خاص خاص ایجادوں کا الہام ہوتا رہا بعینہٖ یہی
حال اس کے کلام پاک کا ہے۔ قرآن کریم اس کائنات سے بھی زیادہ دقائق و خزائن اسرار
سے بھرا ہوا ہے۔ وہ بظاہر اس کائنات کے ظاہری نظاروں کی طرح ہر عام و خاص کی آنکھ
کے سامنے یکساں کھلا ہوا ہے۔ مگر اسی عادت اللہ کے موافق لاکھوں میں کوئی ایک ایسا

مبعوث ہوتا ہے۔ جیسے اس کے حقیقی مفسر ہونے کا بلا استحقاق فخر حاصل ہوتا ہے۔ اور اس
طرح گو لا انتہا و بیحد مفسر ہوتے چلے جائیں مگر کلام الٰہی کے اسرار و معانی کا ذخیرہ خرچ ہو جانا
قطعاً محالات سے ہے ما نفدت کلمات اللّٰہ حق اور صدق ہے۔ اللہ تعالےٰ علیم و خبیر جس وقت
زمانہ میں اس وقت کے تقاضے کے موافق جو راز اپنی قدرت کا ظاہر کرنا چاہتا ہے ایک بندے
کو اپنے بندوں سے مشرف بالہام فرما دیتا ہے۔ یہ کہنا اگر بیہودہ اور لغو ہے کہ ہمارے سلف
صالحین کو ریل کا۔ تار کا ہر قسم کی ایجادوں و صنعتوں کا علم تھا حتے اینکہ وہ بعض اوقات ریلوں میں
بیٹھکر مکہ سے مدینہ کو اور مدینہ سے بیت المقدس کو جاتے تھے تو اس امر پر ضد و اصرار
کرنا بھی ویسا ہی بالکل بیمعنی اور قانون قدرت کے خلاف ہے۔ کہ تمام ضروری علوم دینی
اور اسرار و حکم اور تمام معارف و دقائق الٰہیہ پر ان کو پورا احاطہ اور کامل وقوف تھا۔

ایسا عقیدہ ہی فیض اقدس الٰہی کے خلاف ہے۔ اگر قرآن کریم کے تمام معارف و علوم
و اشارات ان ہی پر ختم ہو گئے اور اب آیندہ کے لئے کوئی نیا سر اور دقیقہ کسی کے لئے اٹھا نہیں رکھا
گیا تو پھر معاذ اللہ قرآن کریم بے ضرورت ثابت ہو جائیگا۔ کیونکہ اس کے سارے اسرار ایک
دفعہ بیان اور واضح ہو کر پبلک کے سامنے آ گئے تو اب اس کے وجدانی ذائقوں اور طرح
طرح کی دلربا اثر کرنے والی معرفتوں سے حصہ لینے والا کون رہ گیا۔ یاد رکھو ایسا عقیدہ
نابیان سلب کا رہ بھاری دشمن ہے۔ قرآن کریم ایسی کتاب ہے جو خدائے پاک کی ذات
کی مانند لازوال نکتا ہے اور ہونے کی صفات غیر محدود کی طرح اس کی برکات کا چشمہ بھی
کبھی سوکھنے والا نہیں۔

ہو جانے کے بعد بھی آئینہ عالم

سکے لئے بھی دستور العمل قایم رہنے والا ہے۔ پھر کیا دلیل ہو سکتی ہے اس امر کے باور کرنے کی۔ کہ اس کے عجائبات پچھلوں کے حصے میں سب کے سب آ گئے۔

اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ اتقا میں خشیۃ اللہ میں دینداری کے تمام امور میں ہمارے پیشوا تھے۔ مگر ان کے حق میں ایسا اعتقاد کرنا کہ وہ ہر قسم کے علوم کے جامع اور کامل حاوی تھے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ کہانتک صحیح ہو سکتا ہے۔ یہ کمینہ کورانہ تقلید ہے جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالے کے فیض و کرم یعنے آئندہ واسطے علوم و فنون کا دروازہ قطعاً بند کر دیا جاوے۔ اور آریوں کی طرح اس عقیدہ کی خوشیاں منائی جاویں کہ ان چار خیالی رکھیوں کے سوا اور کل کائنات پر اللہ تعالے کے فیوض کے اسباب مسدود ہو گئے ۔

یہ غیر مقلدین کی سمت دل قوم بڑی جات سے حنفیہ کو جمود علی التقلید (تقلید پر اڑے رہنا) کا الزام دیتا ہے۔ مگر خود کبھی غور نہیں کرتے کہ آپ کیسے حدود وہشت کے اندر سرگردان ہو رہے ہیں۔ اور ان خودسری نے انہیں کہاں تک پہنچا دیا ہے۔ کہ وہ ابو حنیفہ کے پیرو نہیں ہیں۔ حقیقت میں اگر تقلید کے اصول پر وسیع نظر ڈالی جاوے۔ تو حنفی اور غیر مقلد کا جھگڑا لفظی نزاع سے زیادہ کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا۔

سوچنا چاہیئے کہ جس امر کی ضرورت ہی کسی زمانہ میں عارض نہیں ہوئی۔ کہ وہ معاملہ بحث ہی سکے پیش نہیں آیا اس پر مائے زنی کیونکر ہو تی۔ قول فیصل کیا جاتا

یا اللہ تعالیٰ نے ابن مریم یا بلفظ دیگر مثیل مسیح کا وجود اس زمانہ کے لئے ضروری اور مقدر کر رکھا تھا۔ اور کسی زمانہ میں اس کا فیصلہ کیونکر ہو سکتا تھا؟ تم چلاؤ جو چاہو کرو آخر تمہیں ملہم صاحب الوحی کا ماننا پڑے گا۔

خیر بیوقوفوں ابلہوں کے نزدیک نہ سہی عقلندوں کے نزدیک یہ طے شدہ بات ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں تو اب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ حدیثیں مثیل مسیح کی بشارت دیتی ہیں۔ اب اگر کوئی وقت ہے تو ان کے الفاظ کو ظاہر پر محمول کرنے کے متعلق ہے۔ امید ہے کہ اگر ہمارے بھائی انبیاء کے طرز کلام سے واقفیت پیدا کرنے کی تمنا کریں گے۔ اور ان کے اسرار مخفیہ کی اہل کشف و الہام سے دریافت فرمائیں گے تو ان کا یہ پردہ بھی اتر جائے گا۔ میرا یقین ہے کہ میں نے اجمالی طور پر مختلف مقاصد کے انکشاف و اثبات کے مسلمہ حقایق (فیکٹس) لکھ دیئے ہیں۔ اگر اہل نظر غور کریں گے تو انہیں بہت سامان ان سے مل جائے گا میں نے ان احادیث کے الفاظ پر بحث کرنی ضروری نہیں سمجھی۔ کیونکہ حضرت مسیح الزمان (سلمہ والرحمان) نے رسالہ ازالہ اوہام میں ان پر بالتفصیل اور سیر کرنے والی گفتگو کی ہے۔ ہاں میں نے اتنا مصالح پیدا کر دیا ہے کہ ہمارے اخوان مومنین حضرت مرزا صاحب کی تاویل کو تحریف کہنے کی جرأت نہ کر سکیں گے۔ وہ بخوبی سمجھ جائیں گے کہ مکاشفات اور پیشگوئیوں کے معانی کیونکر کئے اور لئے جاتے ہیں۔ آخر میں میں اتنا عرض کرتا ہوں کہ وہ صبر و تحمل کو کام میں لائیں اور بدظنیوں

سے باز آئیں۔ اور حضرت شیخ ابن عربی کی اس نصیحت پر عمل کریں جس میں وہ ہیں

وان قدم من لوازم الطريق والتسليم فيما لا تعلمون ذلك القطعية التي سلمها

حذر من الطريق بصحبة والتصديق بصحبة ما ان التصديق بصحبة الطريق

سعيد وبخت۔ قال الشيخ ابو يزيد البسطامي لابي موسى الديبلي يا ابا موسى

اذا لقيت رجلا من اهل هذه الطريقة عن لم يرى عنده فانه مجاب الدعوة

قال ومن يسمع من تقدم مع الصوفية في الخرقة شيء يحققون نزع الله

نور الايمان منه۔ (فتوحات مکیہ جلد ۱ ص ۱۰۰)

ذلیل فقرا کا ادنیٰ درجہ سر جھکا دینا ہے۔ اُن حقائق کے سامنے جن سے تم واقف نہ ہو اور
اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تم اُن کی سچائی کا یقین کرو۔ ان دوستوں کے سوا بس محرومی ہے اور
اُن دوستوں پر اعمل کرنے والا سعادت مند اور بخت آور ہے۔ حضرت بسطامی ابو موسے
سے فرماتے ہیں۔ دیکھو ابو موسیٰ! جب تم ایسے شخص سے ملو جو اس طریق کے لوگوں کی
باتیں مانتا ہو۔ تو اُس سے اپنے حق میں دعا منگوانا کیونکہ وہ مجاب الدعوۃ ہوتا ہے اور دوسرے فرماتے
ہیں جو شخص صوفیہ کی صحبت میں بیٹھے اور اُن کی ثابت کردہ باتوں میں کسی کی مخالفت کرے اللہ
تعالیٰ نور ایمان کو اُس سے چھین لیتا ہے۔

میں بڑے خلوص ایمان سے اپنے بھائی مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ بھی اس خدا کے
کے برگزیدے کی نسبت حسن ظن کو کام میں لائیں۔ بختاوری اور سعادت بار اس کی ہے
مجاب الدعوۃ مقبول حق کی دعائیں اُن کو چاہیئے کہ اس عاجز ان سعادتوں کا گرفتہ ہے

قال مسیح الزماں ؏

اے قوم من بچیر نظر سوئے غیب دار

تا دستِ خود بعجز زہر تو گسترم ؏

وہ کیوں دلیری کر کے اُس غضب و لعنت کے مستوجب بنتے ہیں جو اس ولی اللہ کی مخالفت کا لازمی نتیجہ ہے۔ میں اُن لوگوں کو بھی جو ایک کنارے پر کھڑے کسی بڑے بھاری نتیجہ دیکھنے کے انتظار میں ہیں۔ اور بھی انھوں نے منفصل اور ایک طرفہ رائے قائم نہیں کی اتنا کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ وہ ناگہاں جھپٹ لینے والی موت سے کیوں بے خوف بیٹھے ہیں۔ وہ اُن راستبازوں کی پیروی کیوں نہیں کرتے جو اول امر ہی میں ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام اخبار بالغیب اور تنبیہات پر صدق دل سے ایمان لے آئے تھے اور آخر اُن مواعید کے پورا ہونے پر جب انھوں نے برکات الٰہیہ کا معائنہ کر لیا تو یوں پکار اُٹھے هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله ﷺ مگر مذبذبین بین ذالک کا جو تاسف آل حال ہوا اخبار و سیر کے جاننے والے اُس سے بیخبر نہیں ہیں واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين -

خاکسار عبد الکریم سیالکوٹی -